Article

Akhtar Sheerani: As a Messenger of Nature

اختر شیرانی: پیامبرِ فطرت

Dr Aykut Kismir*[1]
Associate Professor, Urdu adbiyat, Ankara University, Turkey
Saif Ullah*[2]
Lecturer, Deptt of Urdu, Govt Graduate College, Jaranwala

[1]۔ڈاکٹر آئی کت کشمیر
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو ادبیات، انقرہ یونیورسٹی، ترکی
[2]سیف اللہ
لیکچرار اردو، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج، جڑانوالہ

Correspondance: saifullahfsd1996@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 22-07-2023
Accepted:20-09-2023
Online:30-09-2023

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: Akhtar Sherani is one of prominent poet among Urdu romantic poets. Akhtar's poetry has a distinctly romantic outlook. He have a tendency to avoid and escape from the present. Instead of facing the facts of life, he asylum in an imaginary life. Women is an prominent and central character of his poetry. For the first time in the history of Urdu literature, he openly and passionately expressed love in the name of his beloved women and declared his love as the real life. He is a naturalist, he has a strong attachment to the beauty of nature. Nature and its beauty is a leading subject poartry in his poetry. In this article Akhter Sherani' poetry discussed to the perspective of naturalist.

KEYWORDS: Akhtar Sherani, Urdu, Poetry, Women,

Nature

اردو رومانی شعراء میں ایک اہم نام اختر شیرانی کا ہے۔ اختر کی شاعری میں ایک مخصوص رومانی نقطہ نظر ملتا ہے۔ ان کے یہاں حال سے گریز اور فرار کا رجحان نمایاں ہے۔ اختر زندگی کے ٹھوس حقائق کا سامنا کرنے کے بجائے تخیلی زندگی میں پناہ لیتے ہیں، اُن کی شاعری میں عورت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ انہوں نے اردو ادب کی تاریخ میں پہلی بار اپنی محبوباؤں کے نام کے کھلم کھلا اور بے دھڑک پُر جوش جذبات محبت ادا کیے اور اپنی محبت کو اصل حیات قرار دیا۔ اختر شیرانی نے متوسط طبقے کی دوشیزہ کو معشوقہ بنا کر اس کا نام لے کر شعر کہنے کی روایت ڈالی۔ چنانچہ وہ کبھی سلمٰی کے رومان حسین کے تذکرے کرتے ہیں اور کبھی عذرا، ناہید، پروین اور کبھی شمسہ کے زہر آلود ہونٹوں کا ذکر کرتے ہیں لیکن انہوں نے ماورائی لطافت اور سرمستی کی جس طرح رومان حسین کے تذکرے کرتے ہیں اور کبھی عذرا، ناہید، پروین اور کبھی شمسہ کے زہر آلود ہونٹوں کا ذکر کرتے ہیں لیکن انہوں نے ماورائی لطافت اور سرمستی کی جس طرح پرستش کی ہے اس سے گمان ہوتا ہے کہ وہ کسی خاص محبوبہ کے غمزوں کا شکار ہونے سے زیادہ سرمستی و عشق پر عاشق ہے۔ اختر کی گوشت پوست کی عورت میں بھی تخیل کا شبہ ہوتا ہے۔

اختر شیرانی کی بعض نظموں میں وطن پرستی کے جذبات بھی ادا ہوئے ہیں۔ تاہم وطن کا یہ روپ بھی نسائیت کا حامل ہے لیکن وطن ایک ایسی محبوبہ ہے جسے اختر نے ٹوٹ کر پیار کیا اور اس کی جدائی اس کے دل کو غموں اور دکھوں سے ہمکنار کر دیتی ہے۔ مختصر یہ کہ اختر شیرانی متنوع جہات شاعر نہیں۔ ان کی شاعری کی سطحی جذباتیت نے انھیں صرف نوجوانوں کا شاعر بنا دیا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اختر رومانیت کی ایک توانا آواز ہیں، ہر طرف جب افراتفری کا عالم تھا، سیاست گھر گھر چھائی ہوئی تھی، شعر و ادب بھی اس سے محفوظ نہیں تھا ایسے میں اختر شیرانی ایک ایسے شاعر کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں، جو اکثر اپنی شاعری میں مسائل زمانہ کی ترجمانی کے برعکس دلی جذبات کی عکاسی کرتے ہیں، وہ جذبات جو حسن و عشق سے لبریز ہیں، جس چیز پر وہ سب سے زیادہ توجہ مرکوز کرتے ہیں وہ ہے ان کا تصورِ حُسن۔ وہ عالم حُسن کی تلاش میں اس دنیا سے دور تخیلاتی دنیا میں چلے جاتے ہیں جہاں صرف حُسن اور مسرّت ہے کیونکہ مادی دنیا میں انسان اپنی مرضی کے مطابق زندگی نہیں گزار سکتا، تخریبی عناصر ہمہ وقت پنپتے رہتے ہیں جب کہ شاعر کا رومانوی تخیل کائنات کو نئے ڈھنگ سے دیکھتا ہے۔ ایس اختر جعفری رقم طراز ہیں:

> "اختر شیرانی کے نغموں میں زندگی، جوش، حسن، اصلیت، سوز، درد، روانی، ترنم، شباب، مسرت، محبت والفت اور ہیجان غرضیکہ سبھی کچھ ہے۔ یہ نغمے ان کی روح کی اتھاہ گہرائیوں میں جنم لیتے ہیں اور خونِ جگر سے پرورش پاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں وہ تمام شعری محاسن بدرجہ اتم موجود ہیں۔ جو ایک اچھی شاعری کا طرۂ امتیاز ہوتے ہیں۔"(۱)

اختر حُسن سے کوئی اخلاقی درس نہیں دیتے یا اسے بیان کرنے میں کوئی مقصد پوشیدہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ حسن سے لطف اندوز ہوتے ہیں، کیف و سرور میں کھو جاتے ہیں، خواہ وہ قدرت کا حسن ہو یا انسانی حسن۔ اختر چونکہ ایک فطرت پرست ہیں اس لیے فطرت کے حُسن سے اختر کو والہانہ لگاؤ ہے، اس میں خوبصورتی، حسن و دلکشی اور رعنائی و زیبائی کا جو دلچسپ امتزاج ہے وہ رومانی پرستوں کی دنیا سے میل کھاتا ہے اور جہاں فطرت ان کی خواہشات پر پوری نہیں اُترتی ہے تو وہاں اپنے تخیل کی مدد سے رنگ آمیزی کرتے ہیں جس سے فطرت الگ الگ رنگوں اور مختلف روپ میں سامنے آتی ہے۔ بقول پروفیسر محمد حسن:

> ”اختر کے کلام میں فطرت کے زمزمے ملتے ہیں لیکن ان میں ورڈزورتھ کی تعلیم نہیں ایک جمالیات پرست عاشق کی ماورائیت ہے۔ وہ فطرت کو استاد اور معلم کی طرح نہیں، بال بکھرائے ہوئے نیل گوں پریوں کی حسین پیکر میں دیکھتا ہے۔ بدلیاں اس کے بھولے بسرے خواب ہیں اور متوالی گھٹائیں اسے مے گساروں کی یاد دلاتی ہیں۔“(۲)

اختر کی نظموں میں قدرت کے کئی مناظر کا ذکر ملتا ہے لیکن بہار کا ذکر سب سے زیادہ ہے، کیونکہ بہار ہی ایک ایسا موسم ہے جس میں سکون و شادمانی ہوتی ہے اور محبوب سے ملاقات کا ماحول بھی۔ بہار سے متعلق نظمیں ”دنیا کی بہاریں“، ”جشن بہار“، ”طلوعِ بہار“، ”بہار کی تاروں بھری رات“ اور ”ماتم بہار“ وغیرہ ہیں۔ ”طلوعِ بہار“ میں بہار کا ذکر فطرت برائے فطرت ہے۔ یہاں اسے مزید خوبصورت بنانے کے لیے تشبیہات انسانی حسن سے اخذ کرتے ہیں:

پھر بہار آئی چمن میں پھول برساتی ہوئی
ہر قدم پر رنگ و بو کے زمزمے گاتی ہوئی
کان میں پھولوں کے آویزے کہ پریاں رقص میں
دوش پر بادل کہ زلف حور لہراتی ہوئی
عارض گلرنگ سے گلزار برساتے ہوئے
دیدہ میگوں سے مے خانے سے چھلکاتی ہوئی
فصل گل ہے یا کوئی دوشیزۂ رنگیں بدن
فرش گل سے صبح دم اُٹھی ہے شرماتی ہوئی
ہر زمرد زار پر ہوتی سے برساتی ہوئی
شاخ رقصاں پر نہیں ہیں طائران نغمہ سنج

ننھی پریاں سبزہ گوں کشتی پہ ہیں گاتی ہوئی[۳]

اس کے خلاف "ماتم بہار" میں خزاں کا ماحول ہے، شاعر خزاں کو مخاطب کرتے ہوئے بہاروں کے بارے میں پوچھتا ہے جن کے بغیر چمن اجاڑ، فضائیں سنسان اور جذبات ویران ہیں:

نہ پھولوں کا موسم، نہ رنگیں بہاریں
نہ بادل کہ زلف چمن کو سنواریں
یہ حسرت زدہ فصل کیونکر گزاریں
کہاں جابسیں اے خزاں، وہ بہاریں؟
بہار لطاف ، گئی گلشنوں سے
گلوں کی طراوت گئی گلشنوں سے
صبا ہے نہ خوشبو نہ وہ جوئباریں

کہاں جابسیں، اے خزاں، وہ بہاریں؟[۴]

ان مناظر سے قطع نظر جو احساس ان کی پوری شاعری پر حاوی ہے اور جس کی وجہ سے ان کو "شاعر رومان" کے لقب سے نوازا گیا وہ ہے ان کا "عورت کا تصور"۔ یہ تصور ایک سرشاری کی طرح ان کی شاعری میں جاری و ساری ہے۔ اس موضوع کے لیے وہ سلمٰی یا ریحانہ کو علامت بناتے ہیں۔ یہ دوشیزائیں ان کی زندگی سے تعلق رکھنے والی حقیقی کردار نہیں ہیں بلکہ جس طرح عربی شاعروں کے یہاں عنیزہ، عذرا، لیلٰی وغیرہ کا برملا ذکر ملتا ہے اور پوری عربی شاعری ان کے ذکر سے لبریز ہے۔ زمانۂ جاہلیت کے شعرا اپنی شاعری میں محبوبہ کا اصل نام استعمال کرنے کے بجائے اسے فرضی ناموں سے پکارتے تھے اور دھیرے دھیرے یہی فرضی نام ابدی بن گئے جن کو ہر شاعر اپنی محبوب کے نام کے بدل کے طور پر استعمال کرنے لگا لہٰذا یہی کیفیت اختر شیرانی کے یہاں بھی نظر آتی ہے۔ جنھوں نے اپنی شاعری کا محور سلمٰی اور ریحانہ کو بنایا۔

اختر اُردو شاعری میں پہلی بار بغیر کسی جھجک کے عورت کا واضح اور نمایاں روپ سامنے لاتے ہیں۔ یہ عورت اسی ارضی و مادی دنیا کی مخلوق ہے جسے وہ سات پردوں میں چھپا کر رکھنے کے قائل نہیں ہیں اور نہ اس کے حسن کو سر عام اجاگر کرتے ہیں بلکہ اس کے لیے وہ ہمیشہ فطرت کی وادی سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اس سے متعلق نظمیں ان کی فطرت کی وادی کا منظر ہی پیش کرتی ہیں جہاں محبوب کا حُسن شاعر پر ہی نہیں بلکہ مظاہر فطرت پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ "آج کی رات"، "انتظار" اور "خوش آمدید" جیسی نظمیں اس کی مظہر ہیں، نظم "انتظار" میں بھی شاعر سلمٰی کی آمد کی خبر سن کر بیک وقت

خوشی، سرشاری اور ہیجان انگیز کیفیت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ وہ استقبال میں کوئی کمی نہیں رکھنا چاہتا ہے اس کے لیے مظاہر فطرت کی مدد کا خواہاں ہے:

بہار و کیف کی بدلی، اتر آئے گی وادی میں
سرور و نور کا کوثر چھڑک جائے گی وادی
میں
نسیم بادیہ، منظر کو مہکائے گی وادی میں
شباب و حسن کی بجلی سی لہرائے گی وادی میں

سنا ہے میری سلمیٰ رات کو آئے گی وادی میں (۵)

"ایک پیغام" میں شاعر فراق کے عالم میں ہے وہ ماضی کے ہر اس طرزِ عمل کی نشان دہی کرتا ہے جو محبوب پر اثر انداز ہو سکے اس کے لیے وہ فطرت کا سہارا لیتا ہے:

مرے چمن کی فضا، تم کو یاد کرتی ہے
بہار اور اس کی ہوا تم کو یاد کرتی ہے
ہر ایک پھول ہے مظہر، گلے لگانے کو
ہر اک کلی کی ادا تم کو یاد کرتی ہے
جو چھیڑتی تھی تمہاری طلائی زلفوں کو

وہی شریر صبا تم کو یاد کرتی ہے (۶)

"جہاں ریحانہ رہتی تھی" میں فطرت کا نیا انداز سامنے آتا ہے۔ شاعر کی محبوب جس وادی میں رہتی تھی عرصہ بعد شاعر کا گزر ادھر سے ہوتا ہے جسے دیکھ کر اس کی یاد تازہ ہو جاتی ہے وہ اس وادی سے وابستہ یادوں کا اعادہ کرتا ہے۔ یہاں یہ بات سامنے آتی ہے کہ وادی کی بذاتِ خود کوئی اہمیت نہیں تھی لیکن ریحانہ کی رہائش گاہ نے اس کو خاص بنا دیا:

وہ اس وادی کی شہزادی تھی اور شاہانہ رہتی تھی
کنول کا پھول تھی، سنسار سے بیگانہ رہتی تھی
نظر سے دور، مثل نکہت مستانہ رہتی تھی

یہی وادی ہے وہ ہمدم ، جہاں ریحانہ رہتی تھی

اسی ویرانے میں اک دن بہشتیں لہلہاتی تھیں
گھٹائیں گھر کے آتی تھیں ، ہوائیں مسکراتی
تھیں
کہ وہ بن کر بہار جنت ویرانہ ، رہتی تھی

یہی وادی ہے وہ ہمدم ، جہاں ریحانہ رہتی تھی(۷)

اختر رومانی دنیا میں زندگی گزارتے ہیں ہیں لیکن بالکل حقیقی انداز میں ان کو عمر عزیز کے فانی ہونے کا بھی احساس ہے اسی لیے وہ سلمیٰ کو تیزی سے گزر رہے وقت کا احساس دلا کر ملاقات کے لیے آمادہ کرتے ہیں۔ یہ انداز ان کی نظم ''وقت کی قدر'' کا ہے جہاں وہ بہار گزرنے سے پہلے ہی اس کے ایک ایک لمحے کو کشید کر لینا چاہتے ہیں:

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ
چمن کی گود میں آکر سما بھی جا سلمیٰ
کلی کلی میں بہاریں بسا بھی جا سلمیٰ
مجھے جنوں کا سبق پھر پڑھا بھی جا سلمیٰ
بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ!
کسے خبر یہ گھٹائیں رہیں رہیں نہ رہیں
یہ نکہتیں یہ ہوائیں رہیں رہیں نہ رہیں
یہ مستیاں یہ فضائیں رہیں رہیں نہ
رہیں
شراب وصل کا ساغر پلا بھی جا سلمیٰ

بہار بیتنے والی ہے آ بھی جا سلمیٰ!(۸)

اختر کو صرف سلمٰی کا حُسن ہی مسحور نہیں کرتا ہے بلکہ وہ اپنی شاعری میں عورت کو بہت اونچا مقام دیتے ہیں اس لیے "نغمہ سحر" میں ایک دیہاتی لڑکی کا گیت بھی ان کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے جو وہ سسرال میں اپنی سہیلیوں اور بابل کو یاد کر کے گاتی ہے۔ وہ فطرت اور اس کے اثرات سے بالکل بے نیاز اپنے آپ میں مگن ہے:

سنو یہ کیسی آواز آ رہی ہے
کوئی دیہاتی لڑکی گا رہی ہے
سحر کے دھندلے دھندلے منظروں
کو
شراب نغمہ سے نہلا رہی ہے
چھما چھم مینہ کی بوندیں پڑ رہی ہیں
کہ ساون کی پری کچھ گا رہی ہے
نئے بھیگے ہوئے سبزے کی خوشبو

ہوا کے ساتھ اڑ کر آ رہی ہے[۹]

حوالہ جات

۱۔ ایس اختر جعفری، اختر شیرانی اور اس کی شاعری، لاہور: اشرف پریس، ۱۹۶۴ء، ص:۱۵

۲۔ محمد حسن، پروفیسر، اُردو ادب میں رومانوی تحریک، نئی دہلی: جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، ۱۹۸۳ء، ص:۶۲۔۶۳

۳۔ اختر شیرانی، شہناز، لاہور: آئینہ ادب، ۱۹۸۲ء، ص:۴۰

۴۔ اختر شیرانی، کلیاتِ اختر شیرانی، لاہور: آئینہ ادب، ۱۹۷۸ء، ص:۴۰۳

۵۔ اختر شیرانی، اخترستان، لاہور: کتاب منزل، ۱۹۴۶ء، ص:۱۱۶

۶۔ اختر شیرانی، کلیاتِ شیرانی، ص:۲۴۸

۷۔ اختر شیرانی، اخترستان، ص:۶۰

۸۔ ایضاً، ص:۹۹

۹۔ اختر شیرانی، صبح بہار، لاہور: کتاب منزل، ۱۹۴۶ء، ص:۴۸